نماز بوقتِ خطبہ پر محققانہ بحث

مولانا عبداللہ خاں صاحب کرتپوری - فاضل دیوبند

(۲)

محمد بن سیرین جو فقیہ و محدث عابد زاہد پرہیزگار علوم شریعت میں ماہر اجلہ و مشاہیر تابعین میں سے ہیں تقویٰ و احتیاط کا یہ حال کہ روایت بالمعنی کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے بقول عجلی محدث کہ میں نے اُن سے زیادہ فقیہ ہیں محتاط اور تقویٰ ہیں اُن سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ بھی نماز بوقت خطبہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ابن شہاب زہری جن کی امامت وجلالت حفظ و اتقان امر مسلم ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں الفقیہ الحافظ متفق علیٰ جلالتہ و امامتہ و اتقانہ۔ امام لیثؒ بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ کثیر العلم اور جامع العلوم شخص کوئی دیکھا ہی نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں زہری نہ ہوتے تو مدینہ سے احادیث جاتی رہتیں امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے عالم اسلام میں منادی کرادی تھی کہ زہری کا اتباع کرو ان سے زیادہ سنت کا عالم تم کو نہیں ملے گا۔ وہ بھی نماز بوقت خطبہ کی کراہت کے قائل ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ جو علوم شرعیہ کے متقن و متثبت تھے حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی خدمت میں رہ کر خاص طور پر علوم حاصل کئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تیس مرتبہ تفسیر قرآن پڑھی تھی، حفظ میں رشکِ اقران تھے اُن کی حدیث پر ابن جریج جیسے عالم و حافظِ حدیث فریفتہ و عاشق تھے فرماتے تھے کہ مجھ کو مجاہد سے حدیث سننا اپنی اولاد و مال سے بھی زیادہ محبوب ہے وہ بھی نماز بوقت خطبہ کو مکروہ سمجھتے تھے۔ عروۃ بن الزبیر یکے از فقہاء سبعہ جن کے فتاویٰ پر عہدِ صحابہ میں اعتماد تھا۔ ابن شہاب زہری جیسے امام ان کو علم کا ختم نہ ہونے والا دریا فرماتے ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ سے احادیث کو حاصل کیا۔ وہ بھی بوقت خطبہ نماز کو مباح نہیں سمجھتے ہیں۔

ابراہیم نخعی جن کا تفقہ اور ثقاہت مسلّم ہے۔ متبحر عالم و امام تھے۔ کوفہ جیسے مرکز اسلام میں اُن کے فتاویٰ پر اعتماد تھا۔ امام شعبی فرماتے ہیں ان کے بعد اُن سے زیادہ عالم نہیں رہا۔ وہ بھی بوقت خطبہ نماز کو مکروہ سمجھتے تھے۔ قتادہ بن دعامہ جن کا حفظ و اتقان اپنے زمانہ میں ضرب المثل تھا۔ مشاہیر علماء اور اجلہ تابعین میں سے تھے وہ بھی کراہیت نماز بوقت خطبہ کے قائل تھے۔ عبداللہ بن زید ابو قلابہ جن کے متعلق حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء تابعین میں مشہور امام ہیں۔ جنھوں نے انقطار و زہد کے باعث قضا کو ٹھکرا دیا تھا۔ صاحب فطانت و ذکی الطبع فقیہ تھے۔ فنا فی رضاء اللہ کا یہ عالم کہ تگاہ جاتی رہی دونوں ہاتھ پاؤں سے معذور ہوگئے ہیں مگر اُن کے نزدیک یہ مصائب نہیں کہ دل میں کڑھن محسوس ہو۔ آقاء مالک کے بھیجے اِن مہمانوں سے خوش ہیں اس حالت میں بھی حمد و شکر وردِ زبان ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وقد ذھبت یداہ ورجلاہ وبصرہ و ھو مع ذلک حامداً شاکراً۔ وہ بھی نماز بوقت خطبہ کو خلافِ سنّت تصوّر کرتے تھے۔

امام لیث بن سعدؒ جو کہ از ائمہ ہدیٰ اور محدّث و فقیہ تھے حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔ جبال علم میں سے ایک جبل ہیں، ائمہ اثبات میں سے ایک امام متثبت ہیں، بلا کسی نزاع کے ثقہ ہیں حجت ہیں۔ یحییٰ بن بکیرؒ فرماتے ہیں میں نے لیث بن سعد سے زیادہ کوئی کامل شخص دیکھا ہی نہیں وہ بھی کراہت نماز بوقتِ خطبہ کے قائل ہیں

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ جیسے امام و مجتہد و محدث و فقیہ عابد و زاہد یہ بھی نماز بوقت خطبہ کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ مدینہ کے امام جن کی شان میں علماء و مورخین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی (قریب زمانہ میں لوگ طلب علم میں سفر کریں گے اس وقت عالم مدینہ سے بڑا عالم کسی کو نہیں پائیںگے) کو چسپاں فرماتے ہیں کہ اُن کے مذہب میں بھی نماز بوقت خطبہ مکروہ ہے۔

اور یہی مذہب فقیہ اُمت امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ حضرت والا ائمہ اربعہ میں سب سے پہلے امام ہیں تفقہ فی الدین جیسی نعمت سے مالا مال جو حسب ارشاد نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم اسی شخص کو عطا ہوتی ہے جس پر منعم حقیقی کی خاص نظر ہو۔ آپ حسب تصریح امام شافعیؒ رحمہ اللہ فقہ میں کل عالم کے مرجع تھے

آپ صحابۂ کرام کی زیارت سے مشرف ہوکر تابعیت[۵] کی فضیلتِ عظمیٰ سے حسب بشارتِ نبوی (طوبیٰ لمن رآنی اور رأی من رآنی) سرفراز ہیں

---

۵ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی تابعیت مورخین کے نزدیک امرِ مسلّم ہے۔ مورخ ابن سعد، دارقطنی، خطیب بغدادی، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، محدث ابن جوزی، شیخ ولی الدین عراقی، علامہ یافعی رحمہم اللہ نے اس کو ثابت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں امام صاحب کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے اور طبقہ سادسہ کے متعلق لکھا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے طبقہ خامسہ کو تو پایا لیکن کسی صحابی سے ان کا لقاء ثابت نہیں ہوا۔ (مقدمہ تقریب) اب سے نصف صدی قبل ہندوستان میں حافظ کا یہ قول معرضِ بحث بنا رہا اور یہاں کے دو عالم اس سے متاثر ہوئے (۱) مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ محدث دہلوی (۲) علامہ ظہیر احسنؒ شوق نیموی۔ ہر دو حضرات نے یہ خیال کیا کہ اس سے امام صاحب کی تابعیت کی نفی ہو رہی ہے۔ حضرت دہلوی نے اس کو نفی تابعیت کی دلیل گردانا اور حضرت نیموی نے جواباً فرمایا کہ یہ حافظؒ کے قلم کی لغزش ہے۔ بجائے من الخامسۃ لکھنے کے من السادسۃ لکھا گیا۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ نہ حضرت دہلوی کا خیال صحیح ہے اور نہ حضرت نیموی کا۔ نہ حافظؒ کی مراد امام صاحبؒ کی تابعیت کی نفی ہے اور نہ حافظ کے قلم نے لغزش کھائی ہے وہ بالارادہ امام صاحب کو طبقۂ سادسہ میں لاتے ہیں اور سادسہ طبقہ تابعین کا ہی ہے۔ طبقہ سادسہ کی مذکورہ تعریف سے یہ سمجھ لینا کہ اس طبقہ کو رؤیت صحابہ حاصل نہیں ہوئی صحیح نہیں ہے۔ رؤیت عام ہے لقاء خاص اور اخذ و روایت اخص۔ مذکورہ تعریف میں خاص یعنی لقاء کے ثبوت کی نفی کی گئی ہے عام یعنی رؤیت کے ثبوت کی نفی نہیں کی گئی اور خاص کی نفی عام کے منفی ہونے کو مستلزم نہیں ہوتی ہے۔ صحابی یا تابعی ہونے کا مدار رؤیت پر ہے نہ لقاء اور اخذ پر۔ حدیث میں ہے لا تمس النار مسلمًا رآنی اور رأی من رآنی دوسری روایت میں ہے طوبیٰ لمن رآنی اور رأی من رآنی ان دونوں حدیثوں میں صحابی اور تابعی ہونے کے شرف کو صرف رؤیت سے متعلق فرمایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ تقریب میں صحابہ کے مختلف مراتب کا حال ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں سے جس کو صرف رؤیت حاصل ہوا اس کو تمیز کر کے دکھا دیا گیا ہے یعنی صرف رؤیت حاصل ہونے والے کو بھی صحابی ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ حافظ سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں ومن رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر ممیز لمحمد بن ابی بکر الصدیق فانہ صحابی۔ مختصر جرجانی میں ہے الصحابی مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوال میں اس مرتبہ کا مدار رؤیت پر بنایا گیا۔ لقاء اور اخذ پر نہیں حافظ ابن حجر نے مقدمۂ تقریب میں جو طبقات کی تحدید کی ہے اس کو بغور مطالعہ فرمائیں اس میں تامل سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ نیز حافظؒ نے طبقہ سادسہ کی مثال میں ابن جریج کا نام لکھا ہے اور وہ خود تابعی ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں ادرک صغار الصحابۃ لکن لم یاخذ عنھم (تذکرہ) دیگر اینکہ طبقہ سادسہ کے متعلق تابعین کا طبقہ ہونے کی حافظ کے کلام سے اس طور پر بھی صراحت ہو رہی ہے کہ حافظ نے اتباع تابعین کے طبقات کی ابتداء ساتویں طبقہ سے کی ہے۔ چنانچہ ساتویں طبقہ کے متعلق فرماتے ہیں السابعۃ طبقہ کبار اتباع التابعین اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ (باقی آئندہ صفحہ پر)

حضرت امام رحمہ اللہ کے احوال میں علماء و مورخین کی مستقل تصانیف ہیں آپ کے اوصاف پر مفصل کلام کرنے سے بڑے بڑے علماء نے عجز کا اظہار کیا ہے۔ ہم کیا اور ہماری یہ مختصر تحریر کس شمار میں۔

یہاں ہم صرف ایک قول علامہ ولی الدین شافعی مولف مشکوٰۃ کا پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں موصوف نے شریک نخعی کا قول (وکان ابوحنیفہ طویل الصمت دائم الفکر قلیل المحادثۃ للناس) نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے وھذا من اوضح الامارات علی علم الباطن والاشتغال بمھمات الدین فمن اوتی الصمت والزھد فقد اوتی العلم کلہ ولو ذھبنا الی شرح مناقبہ وفضائلہ لاطلنا الخطب ولم نصل الی الغرض فانہ کان عالماً عاملاً ورعاً زاہداً عابداً اماماً فی علوم الشریعۃ

(ترجمہ) ابوحنیفہ بہت زیادہ خاموش ہمیشہ غور وفکر میں رہنے والے لوگوں سے مختصر گفتگو کرنے والے تھے (نخعی) اور یہ امام کے علم باطن کی طرف متوجہ رہنے اور مہمات دین کی مشغولیت کی واضح ترین نشانی ہے۔ جس شخص کے حصہ میں قسمت ازلی سے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی آگئی (تو سمجھ لیجئے کہ) اسکو تمام علوم ہی دیدیئے گئے۔ اگر ہم حضرت امامؒ کے مناقب وفضائل کی تفصیل کی طرف جائیں تو کلام طویل ہوجائے گا اور پھر بھی ہم غرض تک نہیں پہونچ سکیں گے (کہ ان کے فضائل کا احصار وشمار ہماری قدرت میں نہیں مختصر یہ کہ) آپ بلاشک عالم باعمل تھے متقی تھے، زاہد تھے، عابد تھے علوم شریعت کے امام تھے (کلماماخوذ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چھٹے طبقہ تک تابعین کا تذکرہ تھا اور ساتویں طبقہ سے کبار اتباع کی ابتدا ہوئی۔ اس کے علاوہ تقریب التہذیب میں اور کتنے ہی ایسے نام ملیں گے جو کہ تابعی ہیں اور حافظؒ نے ان کو چھٹے طبقہ میں لکھا ہے مثلاً عبداللہ بن عطار الطائفی المکی کو حافظ نے تقریب میں چھٹے طبقہ میں رکھا اور طبقات المدلسین میں اُن کے تابعی ہونے کی خود تصریح فرمارہے ہیں (عبداللہ بن عطار الطائفی نزیل مکۃ من صغار التابعین) ایسے ہی عبدالرحمٰن بن سلمہ ابن خنظلۃ الانصاری کو تقریب میں چھٹے طبقہ میں لائے اور مقدمہ فتح الباری میں خود فرمارہے ہیں کہ یہ صغار تابعین میں سے ہیں ایک قول بعض مصنفین نے امام صاحب کے متعلق یہ نقل کیا ہے۔ قال بعض اصحاب التواریخ لم یلق (ابوحنیفہ) احداً منھم ولا اخذ منھم واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند النقاد۔ اس قول سے بھی نفی تابعیت پر استدلال کیا گیا۔ اس قول میں بھی رؤیت کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ لقاء اور اس کے ساتھ اخذ ورؤیت کی ہی نفی کی جارہی ہے۔ یہ قول حافظ ابن حجرؒ کے سابق قول کی نسبت سمجھئے زیادہ بعید ہے مزید تفصیل کے لئے راقم الحروف کے رسالہ الاقوال المنیفۃ فی تابعیۃ الامام ابی حنیفہ کے طبع ہونے کا انتظار فرمائیں۔

من المیزان واللسان والتقریب والتہذیب والاکمال وغیرہا من کتب الرجال والتاریخ)
یہ مختصر فہرست ان حضرات کے ناموں کی ہے جو بوقت خطبہ نماز کی کراہت کے قائل ہیں۔ اس مقام پر کراہت نماز بوقت خطبہ کا قائل اس پوزیشن میں ہے کہ وہ اپنے مقابل کو فخر کے ساتھ اس طور پر خطاب کرے اولئک آبائی فجئنی بمثلھم یعنی میرے اسلاف تو ان فضائل واوصاف سے متصف ہیں اے مقابل تیرے اسلاف بھی ان جیسے اوصاف کے حامل ہوں تو ذرا مجھ کو بھی بتا دے۔ اب اس کے مسئلہ کی نوعیت احادیث وآثار کے لحاظ سے ملاحظہ فرمائیں۔

عن عطاء الخراسانی قال کان نبیشۃ الھذلی یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسلم اذا اغتسل یوم الجمعۃ ثم اقبل الی المسجد لا یوذی احدًا فان لم یجد الامام خرج صلی ما بدا لہ وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وانصت حتی یقضی الامام جمعتہ وکلامہ ان لم یغفر لہ تلک ذنوبہ کلھا ان یکون کفارۃ للجمعۃ التی تلیھا رواہ الامام احمد فی مسندہ

عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ نبیشۃ الہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے کہ مسلمان جمعہ کے دن جب غسل کرکے مسجد کو آئے کسی شخص کو ایذا نہ دے پس اگر امام کو (خطبہ کے لئے) نکلا ہوا نہ پائے تو جس قدر چاہے نماز پڑھے اور اگر امام کو نکلا ہوا پائے تو (نماز نہ پڑھے) بیٹھ جائے کان خطبہ کی طرف لگائے رکھے اور خاموش رہے یہاں تک کہ امام جمعہ اور خطبہ کو ختم کرے۔ اگر اس شخص کے کل گناہ اس جمعہ میں نہ بھی بخشے گئے تو آئندہ جمعہ تک کفارہ ضرور ہو جائے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو اپنے مسند میں روایت کیا ہے۔

مسند امام رحمۃ اللہ کی اس حدیث میں صاف حکم کیا جا رہا ہے کہ اگر امام کے مسجد میں پہونچنے سے پہلے نمازی کا آنا ہو تو جس قدر چاہے نماز پڑھے لیکن اگر نمازی مسجد میں ایسے وقت پہونچتا ہے کہ امام خطبہ کے لئے آچکا ہے تو پھر نماز کی اجازت نہیں خاموش اور دھیان کے ساتھ خطبہ کو سننے کا حکم ہے مسجد میں آنے کی نماز کا نام تحیۃ المسجد ہے اور اس حدیث میں خطبہ کے وقت آنے والے کے لئے اس کی ممانعت کی جا رہی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے بے خبر نہ تھے چند ابواب قبل فتح الباری میں یہ حدیث موجود ہے۔ مگر

اس باب میں وہ یہی فرماتے رہے کہ ممانعت نماز بوقت خطبہ میں کوئی حدیث ثابت ہی نہیں پھر بنظر احتیاط یہ بھی فرما گئے اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس میں سے تحیۃ المسجد کی تخصیص کی جائے گی لیکن چونکہ اس حدیث کے الفاظ میں تخصیص کی بھی گنجائش نہیں تھی تو حافظ کو پوری حدیث بیان کرنا خلافِ مصلحت نظر آیا اور جو الفاظ مانعین کے مستدل تھے حافظ اُن کو بیان کر گئے بغیر حدیث کو مختصر کر گئے تاکہ مانعین اس کو پیش نہ کر سکیں۔ فانا للہ۔

اس حدیث کو حافظ مجدالدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ المنتقی من اخبار المصطفی میں لائے اور اس کو ترک تحیۃ المسجد بحالت خطبہ کی دلیل تسلیم کیا۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں اس کو اپنے مستدلات میں لائے اور کوئی جرح اس پر نہیں کی۔ حافظ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ اس کو مجمع الزوائد میں لائے اور فرمایا کہ اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ سوائے امام احمد کے شیخ کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں اس کو بخاری کی روایت کی شرح میں لائے اور فتح الباری میں اس طور پر حدیث لانے کی اُن کی یہ شرط ہے کہ وہ حدیث صحیح یا حسن ہو فرماتے ہیں ثم استخرج ثانیا ما یتعلق بہ غرض صحیح فی ذلک الحدیث من فوائد المتنیۃ او الاسنادیۃ (الی ان قال الحافظ) لبشرط الصحۃ او الحسن فیما اوردہ من ذلک (مقدمہ فتح الباری)

(ا) قاضی شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں فی اسنادہ عطاء الخراسانی وفیہ مقال وقد وثقہ الجمھور (نیل) راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جمہور کی توثیق کافی ہے۔ جماعت کے مقابلہ میں افراد کے اقوال بالخصوص جرح میں قابلِ اعتبار نہیں ہوتے ہیں۔ عطاء کی توثیق کرنے والوں میں امام احمد یحیٰی بن معین عجلی۔ یعقوب بن ابی شیبہ ابن سعد ترمذی، دارقطنی ابوحاتم، امام نسائی سب ہی لوگ ہیں ان کی روایت کو سب ہی نے قبول کیا ہے امام مالک، امام معمر بن راشد بلا واسطہ اُن سے روایت لینے والوں میں سے ہیں۔ امام مسلم ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ وغیرہ مسانید و سنن و صحاح کے مصنفین ان کی روایات اپنی کتب میں لائے ہیں، سوائے تین حضرات کے ان پر اور کسی نے جرح نہیں کی۔ تضعیف کرنے والوں میں سب سے پہلا نمبر حضرت امام بخاری رحمہ کا ہے لیکن امام عالی مقام اس معاملہ میں متفرد ہیں اور تفرد بھی

اب تفرد کہ شیوخ و تلامذہ میں سے کوئی اُن کے ساتھ نہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ نے تو اپنے اُستاد امام بخاری کی تضعیف بحق خراسانی کا جواب دیتے ہوئے یہاں تک کہدیا کہ میری معلومات میں تو کسی شخص نے متقدمین میں سے عطاء خراسانی کی تضعیف ہی نہیں کی (میزان و تہذیب وغیرہما) امام ترمذی کی یہ تاریخی شہادت عطاء کی توثیق کی ایسی زبردست دستاویز ہے کہ جس کا امام بخاریؒ کے پاس کوئی جواب نہیں۔

عطاء کی تضعیف کرنے والے دوسرے بزرگ ابن حبان رحمہ اللہ ہیں جو محدث و صاحب تصانیف بھی ہیں لیکن ان کی طبیعت جرحِ رُواۃ میں بہت سخت واقع ہوئی ہے جس کے باعث اہلِ فن کے یہاں قصاب، ختنات، مسرف، متجری، متھور وغیرہ القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ قلت ابن حبان ربما قصب الثقۃ حتی کانہ لایدری مایخرج من راسہ (ترجمہ افلح بن سعید) یعنی حبان بسا اوقات ثقہ شخص میں ایسی جرح کرتے ہیں جیسا کہ ان کو محسوس ہی نہیں ہو رہا ہے کہ میرے دماغ سے کیا نکل رہا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں اما ابن حبان فانہ ختات وقصاب (ترجمہ سعید بن عبدالرحمٰن) پھر ذہبیؒ راوی کی توثیق میں حافظ دارقطنیؒ کا قول نقل کرنے کے بعد ابن حبان کی تضعیف کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں فاین ھذا القول من قول ابن حبان الختات المتھور فی عارم ترجمہ سوید کلبی میں فرماتے ہیں اما ابن حبان فاسرف واجترا (کلہامن المیزان) اس کے علاوہ حافظ ابن حجر نے ابن حبان کی بلا وجہ تضعیف کو متعدد جگہ صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ فتح الباری ترجمہ اسحاق بن ابراہیم سہل بن بکار، یحییٰ بن طہران، یونس بن ابی الفرات محمد بن حسن الواسطی محمد بن زیاد۔

پس ایسے سخت مزاج شخص کا قول جرح میں قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ البتہ توثیق ایسے لوگوں کی زیادہ وقیع سمجھی جاتی ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں حدیث الحارث (الاعور) فی السنن الاربعۃ والنسائی مع تعنتہ فی الرجال (میزان) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وقد احتج بہ رأی مع تعنتہ (مقدمہ فتح الباری ترجمہ احمد بن عیسیٰ) بذل الماعون میں فرمایا ہے۔ یکفی فی تقویتہ (ای ابی بلج یحییٰ الکوفی) توثیق النسائی وابی حاتم مع تشددھما (الرفع والتکمیل)

ابن حبان کی تضعیف یحییٰ خراسانی کا جواب دیتے ہوئے حافظ ذہبی فرماتے ہیں ھذا القول من ابن حبان فیہ نظر (میزان) عطار کی تضعیف کرنے والے تیسرے بزرگ عقیلی رحمۃ اللہ ہیں یہ بھی محدث و صاحب تصانیف ہیں اُن کی یہ عادت ہے کہ راوی کی ایک بھول کو بھی معاف کرنا نہیں جانتے۔ راوی کی ایک طریق سے منقول روایت کو دیکھکر لا یتابع علیہ کہتے ہوئے اس پر جرح کر ڈالتے ہیں۔ بسا اوقات غیر متعلق بات پر بھی راوی کی تضعیف کر دیتے ہیں عقیلی کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ جرح کے لئے بڑی شخصیت کی تلاش رکھتے ہیں۔ شکار کی جستجو میں کمر ہمت چست کر کے دیکھا تو سب سے اونچا شیخ الکل امام بخاری کے قابل فخر اُستاد حضرت امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ کا نظر آیا۔ عقیلی بڑھے اور ابن المدینی کو پکڑ کر ضعفاء کی حوالات میں بند کر دیا۔ شاباش۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ محفل میں کہرام مچ گیا کہ جدامجد کی پگڑی پر دست درازی کرنے والا یہ کون گستاخ ہے مگر عقیلی اس شور سے متاثر نہ ہوئے وہ تو آخری لمحات تک ڈٹے رہے ان کو رجوع کی توفیق نہیں ہوئی۔ خیر یہ تو عقیلی کا فعل رہا مگر ہم کو تو یہ دیکھنا ہے کہ عقیلی کے یہ قیدی (ابن المدینی) کس حیثیت کے انسان ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دریائے علل حدیث کے غوّاص ہیں جنھوں نے اپنی خداداد قابلیت اور شبانہ روز کی محنت و عرق ریزی سے حدیث کو بچایا۔ رُواۃ کے قوت و ضعف کو دیکھ کر حدیث کے صحت و سقم کو سمجھ لینا آسان کام ہے لیکن ثقات کی روایات میں عللِ خفیہ قادحہ کی نباضی کرنا ہر محدث کا کام نہیں ہے۔ یہ لطیف فن اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو مرحمت فرماتا ہے۔ ابن المدینی اُن خیار عباد اللہ میں شمار کئے جانے والوں میں ایک ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ زمرۂ محدثین کے اندر علل حدیث کی معرفت میں سب پر فائق ہیں عقیلی اس مرد میدان کی قدر و منزلت کو کیا سمجھ سکتے تھے اُن کی قدر شناسی تو امام بخاری ہی کر سکتے ہیں جنھوں نے علی ابن المدینی کے مرتبہ اور مقام کو پہچان کر اُن کے سامنے زانوے ادب طے کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ان علی بن المدینی کان اعلم اقرانہ بعلل الحدیث وعنہ اخذ البخاری ذلک (مقدمہ فتح الباری) خود امام بخاری کا قول ہے کہ میں نے اپنے آپ کو چھوٹا تو علی بن المدینی کے سامنے ہی پایا (میزان) حافظ ذہبیؒ اکثر لوگوں کی تضعیف کے معاملہ میں عقیلی سے درگذر کرتے رہے۔ قاضی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ جیسے ثقہ امام کی تضعیف عقیلی نے

نخعیؒ کا قول کان صاحب امر نقل کر کے کرڈالی۔ ذہبی نے نرمی سے جواب دیا یہ بھی کوئی جرح کی بات ہے (بمثل هذا لا یلین الثقة) لیکن جب ابن المدینی کا معاملہ آیا او لاتوافسوس کے ساتھ کہا (ذکرہ العقیلی فی کتاب الضعفاء فبئس ما صنع) عقیلی نے ابن المدینی کو ضعفاء میں شمار کر کے کیا ہی بُری حرکت کی ہے پھر بھی ذہبی نے علی بن المدینی اور ان کے قابل تلامذہ اور شیوخ کے نام شمار کر کے نہایت جوش کے ساتھ فرمایا اگران لوگوں کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے تو ہم ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں گے خطاب ہی منقطع ہو جائے گا، روایات و آثار مردہ ہو جائیں گے۔ زنادقہ کا غلبہ ہو جائے گا اور بیشک خروج دجّال کا نمونہ سامنے آجائے گا اس کے بعد ذہبی جیسے سنجیدہ اہل قلم کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہے اور عقیلی سے اس طرح سے خطاب کرتے ہیں افمالک عقلٌ یا عقیلی الخ اے عقیلی تم میں عقل کا کچھ مادّہ ہی نہیں۔ جانتے ہو تم کن لوگوں کی تضعیف کر رہے ہو اس طرز پر ہم تم سے اس لئے خطاب کر رہے ہیں تاکہ ہم ان حضرات کی طرف سے مدافعت کریں اور جو کلام (تضعیفاً) ان میں تم نے کیا ہے اس کی تغلیط کر دیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ تم جانتے ہی نہیں کہ ان حضرات میں سے ہر ایک تم سے زیادہ ثقہ ہے اور تمہارے اُن ثقات سے زیادہ ثقہ ہے جن کو تم ثقہ سمجھکر اپنی کتاب الثقات میں درج کر رہے ہو زیادہ ثقہ ہیں اور بدرجہا زیادہ ہیں یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس کو ہر ایک حدیث سے واقفیت رکھنے والا جانتا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے عقیلی کی مذکورہ خصوصی صفات کی مدلل طریقہ پر تغلیط کی، بات ضروری تھی بخوف طوالت اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں جب عقیلی کی عادت ہی بڑوں کی تضعیف کی ہے تو پھر عطاء خراسانی ہی میں کیا کمی تھی کہ اُن کو نشانہ بنانے سے دریغ فرماتے۔ کبار ائمہ میں خراسانی کا شمار تابعین کے زمانہ میں مسندِ افتاء پر فائز۔ صحابۂ کرامؓ کی زیارت و مصاحبت سے مشرف تمام شب عبادت میں گذارنے والے پھر حسب وعدہ الٰہی (ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فی سبيل الله فيقتلون ويقتلون) جنّت کے حقدار جہاد فی سبیل اللہ کے اس درجہ شیدائی کہ آخری لمحات تک اس کو ثبات قدمی سے نبھایا (من المیزان والتهذيب وغيرهما)

مذکورہ بالا مباحث سے جارحین کے اقوال کی مرجوحیت تو آشکارا ہو گئی، جس بنا کو سامنے رکھکر خراسانی

میں جرح کی گئی ہو اُس کے ضعف اور مضبوطی کو بھی پرکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جارحین میں اصل امام بخاری ہیں۔ ابن حبان اور عقیلی ان کے تابع و مقلد ہیں۔ تضعیف خراسانی کے معاملہ میں امام بخاری اور امام ترمذی کے مابین مکالمہ کتب میں مذکور ہے جب امام بخاری رحمۃ اللہ نے خراسانی کی تضعیف کی تو امام ترمذی نے دریافت کیا کیوں ان میں کیا بات ہے فرمایا عامتہ احادیثہ مقلوبتہ یعنی اُن کی عام احادیث اُلٹ پلٹ ہیں اُس کے جواب میں امام ترمذی تحریر فرماتے ہیں کہ خراسانی تو ثقہ ہی ہیں اُن سے امام مالک و امام معمر جیسے ائمہ روایت لیتے ہیں اور میں نے تو متقدمین سُنا ہی نہیں کہ کسی نے خراسانی میں جرح کی ہو مطلب یہ کہ اگر خراسانی میں اس قسم کا کوئی نقص ہوتا تو سب سے پہلے اس کا علم امام مالک و امام معمر کو ہو سکتا تھا جو اُن سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں آپ اب جو پانچ سات طبقات کے بعد ان کی روایت میں مقلوبیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ بالفرض اگر کسی روایت میں نقص ہے بھی تو یہ کیسے آپ نے سمجھ لیا کہ یہ خراسانی کا نقص ہے۔ آپ کے اور خراسانی کے درمیان پانچ سات طبقات ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے اُن شیوخ کی غلطی ہو جو آپکے اور خراسانی کے درمیان ہیں۔ امام ترمذی کے اس ٹکسالی جواب کے بعد کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں رہتی ہے پھر یہ مسلمہ امر ہے کہ جرح مبہم ناقابل اعتبار ہوتی ہے بالخصوص جبکہ مقابلہ فرد اور جماعت کا ہو۔

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ اس مکالمہ میں بھی امام بخاری کی جانب سے کوئی دلیل ایسی نہیں پیش کی گئی کہ جس کی وجہ سے دو صدی کے علماء کی اس متفقہ آواز (توثیق خراسانی) کو چیلنج کیا جا سکے۔ واقعات سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ کے ہاں جرح و توثیق میں قوت دلیل کا سوال نہیں بلکہ اُن کے ہاں اُن کے رجحانِ طبع کا سوال ہے۔ قابلِ اعتماد تصور کر لیں تو مروان بن الحکم کو کہ جس کی پیشانی پر اصحاب نبی کے خون کا ٹیکہ لگا ہوا اور جس کو سفاکِ امت کہنا بھی بیجا نہیں ضعیف سمجھ لیں تو اس تابعین سید اولیاء اللہ الصادقین محبوب رحمۃ للعالمین حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ کو۔ بھلا ان کو ضعیف ہونے سے کیا تعلق ہے نہ نقل و روایت کے عام زمانہ سے قبل واصل الی اللہ ہو جاتے ہیں۔ سند کا اُن کے لئے سوال نہیں۔ کثیر الروایت نہیں کہ اختلاطِ متون ہو۔ کوئی حکم دربارِ رسالت سے پہونچا اس پر عمل کر لیا۔ تمام عمر دنیا اور مافیھا سے علیحدہ خلوت میں گذاری۔ اویس قرنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان لاتے ہیں اور اپنی ضعیف والدہ

کی دیکھ بھال کے باعث آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہتے ہیں۔ دربارِ رسالت میں اُن کا یہ عذر مقبول ہوتا ہے بلکہ اس خوش قسمت انسان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاصد کے ذریعہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کا سلام بھی پہونچتا ہے اور ساتھ ہی حضرت فاروق اعظمؓ (تبرکاً) اپنا سلام خاتم النبیین کے سلام کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں۔ جب یہ ہر دو سلام اویس رحمۃ اللہ کے پاس قاصد لیکر پہونچتا ہے تو آپ عالمِ استغراق میں ہو جاتے ہیں۔ افسوس و رنج کے ساتھ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین نے لوگوں سے میری ذات کی پہچان کرادی اور مجھکو دنیا میں مشہور کردیا یہ کہکر اب منہ چھپاتے ہیں کہ کسی کو پتہ و نشان ہی نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں مرتبۂ شہادت حاصل کرنے کے لئے معرکۂ صفین میں شریک ہوکر ۳۷ھ میں شہید ہو جاتے ہیں (میزان الاعتدال لسان المیزان تہذیب التہذیب وغیرہ)
حافظ ذہبیؒ نے امام بخاری رحمۃ اللہ کے اس فعل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اسکو ان کی بے تکی حرکت قرار دیا اور فرمایا لولا ان البخاری ذکرہ فی الضعفاء لما ذکرتہ (ای فی المجروحین) اصلا فانہ من اولیاء اللہ الصادقین۔ ایک طرف اُمّت کی نیک خواہشات اویس قرنی رحمۃ اللہ کے ساتھ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب میں اُن کا احترام اور بزرگی کا مقام ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بیان فرمودہ فضائل و مناقب بھی اویس قرنی رحمۃ اللہ کے حق میں احادیث میں موجود ہیں، دوسری طرف امام بخاری رحمۃ اللہ کی یہ تضعیف ہے، دیکھئے روزِ حشر میں کونسا پلہ بھاری رہتا ہے
یہ بحث تو اس جرح مبہم سے متعلق تھی دوسری ایک مفسّر ہے اس کے متعلق بھی سنئے۔

میزان الاعتدال میں ہے کہ عطار رحمۃ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب سے ایک روایت نقل کی کسی نے سعید بن المسیب سے اس کی تصدیق کی انھوں نے فرمایا کذب عطاء یعنی عطاء نے جھوٹ کہا

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اگر یہ نقل صحیح بھی ہو تو اس سے مراد بھول و خطا ہے نہ کہ قصداً خلاف واقعہ بات کہنا سعید بن المسیب رحمۃ اللہ کو عطاؒ خراسانی سے اس طرح کی سوءظنی نہیں تھی اُن کے درمیان ایسا ہی قلبی تعلق تھا جیسا دو سچّے مسلمانوں کے درمیان ہوتا ہے۔ خراسانی اپنے اشکالات ابن المسیب سے ہی حل کیا کرتے تھے اور وہ اُن کو شفقت سے جواب دیا کرتے تھے (ملاحظہ ہو استیعاب ترجمہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

کذب کے معنی خلاف واقعہ بات کہنے کے ہیں اگر خلافِ واقعیات کا اظہار قصداً ہو تو راوی درجہ اعتبار سے گر جاتا ہے۔ سہو اور خطا سے ہو تو یہ راوی کی ثقاہت پر اثر انداز نہیں۔ ہر انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے یہ قابلِ گرفت نہیں۔ کتبِ رجال میں دیکھیے بڑے بڑے ثقات و متقنین کے اوہام پکڑے ہوئے ہیں۔ پھر ان گرفت کرنے والوں کی غلطیاں بھی بعد کے لوگوں نے پکڑ رکھی ہیں۔ کیا ہی خوب فرمایا ذہبی رحمہ اللہ نے عقیلی کی مذکورہ بالا خصوصیات کے جواب میں کہ ثقہ ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ خطاؤں سے بھی معصوم ہو (میزان) نیز اہلِ عرب کذب کو خطا کے معنیٰ میں استعمال بھی کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں اھل الحجاز یطلقون کذب فی موضع اخطاء (مقدمہ فتح الباری) ایسا ہی حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے فان الکذب قد یطلقونہ بازاء الخطاء (فتاویٰ) پس جبکہ کذب بمعنی خطا اہلِ زبان کے یہاں مستعمل ہے تو پھر ابن المسیب رحمہ اللہ کے قول کذب عطاء سے خراسانی پر طنز کرنا شیوۂ انصاف نہیں اور اگر طنز کرنے والوں کے نزدیک اس سے مراد جھوٹ ہی ہے تو پھر اُن سے یہ سوال ہے کہ انھوں نے عطاء خراسانی کی صرف تضعیف کیوں کی اُن کو خراسانی کا نام کاذبین کی فہرست میں لکھنا چاہیئے تھا واقعہ یہ ہے کہ خود علماء جارحین بھی خراسانی کے متعلق لکھتے ہیں کان من خیار عباد اللہ یعنی اللہ کے بہترین بندوں میں سے تھے کیا ایک جھوٹے انسان کو ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا جا سکتا ہے۔ مولفین صحاح و سنن خراسانی کی روایات اپنی کتب میں لائے ہیں۔ کیا کاذب شخص کی روایات صحاح و سنن میں لائی جا سکتی ہیں اور کیا ان سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ پھر وہ نقل و روایات کا زمانہ تھا یہ ممکن نہیں کہ مذکورہ بالا نقل (کذب عطاء) امام مالکؒ امام معمر بن راشدؒ امام مسلم امام نسائیؒ امام ترمذی وغیرہم کے پاس نہ پہونچی ہو۔ ان حضرات نے اس نقل کے باوجود کیوں ان کی روایات کو قبول کیا اور ان کی توثیق کی۔ امام احمد رحمہ اللہ کے پاس تو اس نقل کا پہونچنا میزان الاعتدال میں مذکور ہے باینہمہ امام احمد رحمہ اللہ خراسانی کی روایت کو لیتے رہے اور اُن کی توثیق کے قائل رہے۔ تعجب بر تعجب امام بخاری رحمہ اللہ پر ہے کہ انھوں نے خراسانی کے متعلق تو صرف ایک نقل سے اثر قبول کر لیا۔ لیکن عکرمہ کے متعلق متعدد حضرات کے اقوال کو بھی پسِ پشت ڈال کر اُن کی روایت جامع صحیح میں لے آئے۔ یہی سعید بن المسیب عکرمہ کے متعلق فرما گئے ہیں کذب عکرمہ۔

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کذاب پھر علی بن عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں ان ھذا الخبیث یکذب علی ابی۔ متعدد حضرات کا قول ہے انہ رأی رأی الخوارج (میزان و مقدمہ وغیرہا)

بہر حال یہ جو کچھ کہا گیا ہو وہ اس نقل کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے تھا ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نقل ہی غلط ہو۔ بعض اشقیاء کا ائمہ دین پر افترا و اتہام کا خاص مشغلہ تھا۔ کتبِ رجال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع روایت بھی بطور فن کے جاری تھا۔ واضعین اس کا بھی بندوبست کر لیتے تھے کہ سند میں ان کا نام نہ آنے پائے۔ روایت وضع کر کے دوسرے کے نام سے چلتی کر دی۔ کچھ اربابِ تصنیف رطب و یابس نقل کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور غلط روایتوں سے بسا اوقات بڑی شخصیتیں بھی متاثر ہو جاتی ہیں۔ اور نوبت اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ معاملہ صرف خراسانی کے ساتھ ہی نہیں پیش آیا دوسرے ائمہ بھی اس تیر سے شکار کئے جا چکے ہیں۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کی روایات سے صحیح بخاری (بقول ذہبیؒ) بھری پڑی ہے مگر یارانِ محفل نے ان کی ایک روایت کے متعلق بھی گھڑی گھڑائی نقل رکھ چھوڑی ہے قال ابو عبد اللہ ھذا اکذب (میزان) اس قسم کی روایات تو غلط ہوتی ہی ہیں۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ زبانِ خلق سے شاید ہی کوئی خوش قسمت بچا ہو جب کشتیِ نقد رجال کے ناخدا امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ہی صفِ مجروحین میں دراز کر دئے گئے تو پھر کسی دوسرے کے متعلق جرح سے سالم رہنے کی کیسے امید قائم کی جا سکتی ہو۔ کیا ہی خوب فرمایا ہے علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے طبقات کبریٰ میں لو اطلقنا الجرح علی التعدیل لما سلم لنا احدٌ من الائمۃ اذ ما من امام الا وقد طعن فیہ طاعنون وھلک ھالکون۔ غرضکہ جن حضرات نے اس نقل کو آڑ بنا کر خراسانی پر جرح کی ہے ان کی یہ حرکت حد درجہ رکیک ہو۔

(۲) حافظ منذری رحمہ اللہ اس روایت کے تحت میں فرماتے ہیں وعطاء لم یسمع من بن عباس فیما اعلم (الترغیب والترہیب)

راقم الحروف عرض کرتا ہو کہ منذری رحمہ اللہ کا یہ وجدان نہایت ضعیف ہو۔ یہ ہمارا ہی تاثر نہیں۔ دیگر حضرات بھی اس کے متعلق اسی طرح کی رائے رکھتے ہیں۔ خود منذریؒ ہی فرما گئے ہیں فیما اعلم یعنی یہ میرا خیال ہے۔ منذری نے فیما اعلم رسمی طور پر نہیں کہا بلکہ واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کو خود اپنی اس

رائے کی صحت پر اعتماد نہیں۔ اس سے دو سطر قبل ایک راوی حرب نامی کے عدم سماع کے بارہ میں اُن کو تیقن تھا تو وثوق کے ساتھ فرما دیا روایتہ حرب عن ابی الدرداء ولم یسمع منہ اس موقع پر نہ فیما اعلم فرمایا اور نہ واللہ اعلم۔ ساتھ ہی یہ امر بھی ہے کہ منذری اپنے اس وجدان (عدم سماع خراسانی از نبیشہ) کی نہ کوئی نقلی دلیل لا سکے اور نہ عقلاً ہی اس کو مستبعد ثابت کر سکے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ سماعِ خراسانی کے معاملہ میں منذریؒ کے بلا واسطہ علم کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ خراسانی اور منذری کے درمیان چار صدی کا فصل ہے۔

تابعی کے سماع کے معاملہ میں کسی تبع تابعی یا اُن کے علوم کے حامل کے قول کے ذریعہ سے ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے جس کو پیش کرنے سے منذریؒ قاصر رہے۔

اسی کے ساتھ جب ابن تاریخی تصریح پر نظر پہونچتی ہے کہ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ نے شہر بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی (قد سکن البصرۃ اصابہ) اور عطار خراسانی بھی خراسان سے واپسی آکر بصری ہو گئے تھے (رجع الی العراق وعداوہ فی البصریین۔ میزان) تو منذری کے اس قول کی تاریکی المضاعف ہو جاتی ہے۔

اغلباً انہی وجوہ کی بنا پر قاضی شوکانی رحمہ اللہ منذریؒ کے اس قول کو تضعیف کے طور پر تبعیض و تمریض کے لفظ سے بیان کرنے پر مجبور ہوئے اور اُن کو اس کے قائل کے نام کا اظہار بھی گوارا نہ ہوا۔ منذریؒ کی کتاب الترغیب والترہیب مشہور و متداول کتاب ہے ہر عالم اس سے واقف ہے لیکن نہ منذری کے اس قول سے حافظ مجدالدین بن تیمیہ نے کچھ اثر لیا اور نہ حافظ ابن القیم ہی متاثر ہوئے اور نہ حافظ ہیثمیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث سے استدلال میں کوتاہی اختیار کی۔ درحقیقت ان جملہ ائمہ رحمہم اللہ نے اس قول کو اس کا وہی مرتبہ عطا کیا جس کا یہ مستحق تھا یعنی ناقابل التفات۔

(۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عطار خراسانی کے ترجمہ میں طبرانی کا ایک قول نقل کیا ہے لم یسمع من احد من الصحابۃ الا من انس (تہذیب) یعنی عطار نے سوائے انسؓ کے کسی صحابی سے کوئی حدیث سُنی ہی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ طبرانی کا یہ قول کونسے عطار کے حق میں ہے اس کی تصریح نہیں

سوا اس کے کہ خراسانی کے ترجمہ میں لکھا ہوا ہے ادریس اس نام کے تقریباً تیس اشخاص ہیں اور مقام مزلت اقدام میں سے ہے طبرانی رحمہ اللہ تو بعد کے لوگوں میں رہے اسلاف میں خود امام بخاری رحمہ اللہ سے اس باب میں دو مقام پر لغزش ہوئی (۱) امام عالی مقام نے عطار خراسانی کے دو ترجمے لکھدیئے ایک عطار بن میسرہ کے نام سے دوسرا عطار بن عبداللہ کے نام سے۔ درانحالیکہ یہ ہر دو اسم ایک ہی مسمیٰ کے ہیں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وقد ترجم له البخاري ترجمتين احدهما عطاء بن عبد الله وقال هو ابن ابي مسلم والثاني عطاء بن ميسرة و قال الخطيب في الموضح هما واحد (تہذیب التہذیب)

(۲) عطار بن المسلم الصنعانی کے متعلق امام بخاریؒ نے فرمایا (لا اعرفہ) میں ان کو نہیں پہچان سکا خطیب کہتے ہیں انما البخاري خلطه بالخفاف فوهم (تہذیب) یعنی بخاری نے عطار صنعانی کو عطار خفاف سمجھ لیا اور دھوکا کھا گئے۔

باقی یہ امر کہ خراسانی کو کسی صحابی سے (سوا انس کے) سماع حاصل نہیں درایتہً بھی بہت بعید ہے۔ بعض حضرات ان امور میں اعتدال سے متجاوز ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کو ہر شخص کے سماع کی روایت و تصریح ملجائے تو وہ اس کا حکم لگائیں ورنہ پھر لم یسمع اور لم یثبت کے تیر سے اس کو گھائل کر دیں۔ ایسی سخت مزاجی پر امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں سختی سے تنقید کی ہے دیگر حضرات بھی اس کی تردید کرتے رہے ہیں۔

ابو رافعؒ ایک تابعی ہیں ان کے متعلق دارقطنی نے فرمایا کہ ابن مسعودؓ سے اُن کا حدیث سننا ثابت نہیں ہوا۔ دوسرے علمار نے دارقطنی نے اس قول کو خلاف درایت قرار دیا۔ شیخ تقی الدین نے دارقطنی کے اس قول کی تردید کی اور کافی طول بیانی سے کام لیا۔ مؤلف استیعاب نے کہا جب ابو رافع کی روایت حضرت عمرؓ اور ابو ہریرہؓ تک سے موجود ہے تو اس مرتبہ والے شخص کے لئے تمام صحابہ سے احادیث سننے میں کیا استبعاد ہے (ملاحظہ ہو التعلیق المغنی) غرضکہ سماع کا معاملہ ہو یا نقل و روایت کا ہر ایک میں درایت ذرجۂ اساس رکھتی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اپنی تصانیف میں اس پر سیر حاصل بحث کی

اور فرمایا کہ نقل و روایت میں درایت کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے جبکہ روایت کے سمجھنے کے لئے اول درایت کی ضرورت ہے۔ اس طور پر جب طبرانی رحمۃ اللہ کے اس قول کی تاریخی تصریحات پر جانچ کی جاتی ہے تو یہ قول عطاء خراسانی پر صادق ہوتا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔

خراسانی سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۵ھ میں بعمر پچاسی سال ان کی وفات ہوئی۔ اُن کی زندگی کے تقریباً ۵۰ سال عہدِ صحابہ میں گذرے۔ اُن کے متعلق کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سوا ایک کے کسی صحابی سے کچھ نہیں سُنا۔

ہاں اس نام کے چند دیگر حضرات ہیں جو عطاء خراسانی سے متاثر ہیں۔ طبرانی کا یہ قول اُن پر چسپاں ہو سکتا ہے۔ مثلاً عطاء الھذلی۔ عطاء السلمی۔ عطاء الاسلمی۔

حافظ ابن حجر نے ان ہر سہ حضرات کو طبقۂ سادسہ میں درج کیا ہے اور عطاء خراسانی کو حافظ نے طبقۂ خامسہ میں شمار کیا ہے اور محدثین اس قسم کے الفاظ سماع صحابہ کے متعلق عموماً طبقۂ سادسہ کے لئے لکھا کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو حافظ ابن حجر طبقۂ سادسہ میں درج کرتے ہیں اور دارقطنی کا قول امام صاحب کے متعلق منقول ہے لم یلق ابو حنیفۃ احداً من الصحابۃ الا انہ رائ انسا دیکھئے طبرانی کا وہ قول (لم یسمع عطاء من احد من الصحابۃ الا من انس) دارقطنی کے اس قول سے کس قدر مشابہ ہے۔ بالفرض طبرانی کا یہ قول عطاء خراسانی کے متعلق ہی ہے تو پھر ان کے مستدل کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ (باقی)

اسلام اور غیر مسلم

اسلام اور شاہانِ اسلام کے متعلق غیر مسلم دنیا کی طرف سے جتنے پروپیگنڈے کئے گئے ہیں اس میں مستند اور مشہور غیر مسلم عالموں کے اقوال و بیانات سے اُن کی تردید اور شاہانِ اسلام کی بے تعصبی کا اثبات کیا گیا ہے یہ کتاب ان تنگ نظر فرقہ پرستوں کے لئے دنداں شکن جواب ہی جو یہ ظاہر کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ وہ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں انتہائی تعصب سے کام لیکر غیر مسلموں کے مذہبی احساسات کو بہت بُری طرح کچلا ہے۔ قیمت مجلد مع ڈسٹ کور دو روپیہ آٹھ آنے۔ مکتبہ بُرہان اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶